برصغیر میں قرامطہ کی حکومتیں اور سیاسی اثرات-تنقیدی مطالعہ

Qaramatian Rule and Political Influences in the Sub-Continent

A Critical Study

ڈاکٹر یاسر عرفات*
ڈاکٹر سید نعیم بادشاہ بخاری**

Abstract

Sub-Continent of Indo-Pak has very diverse history of Cultural and Civilizational heritage. Different religions, religious movements and political and communities of different backgrounds remained here and got prosperity in this part of the world. Qaramatians came to this land in third century of Hijrah from Yamen and Egypt. Soon they become very influential in local population of Multan. Qarmati Da'e Preacher Jalam who came from Egypt got the control of Government in Multan and propagated the teachings of Isma'ili Dawa'h. Qaramatians also got Governmental control in Mansurah Sind in the last part of the fourth century of Hijrah. Fatimid rulers of Egypt supported the Missionaries of their Dawa'h in Multan and Sind and remained in connection. Mahmud of Ghazna and Shihab ud Din of Ghour attacked those areas where Qaramatians got penetration and effective role. In Their different Indian campaigns they eliminated the Qaramati movement of this region. In this article political influence and control of Qaramatians in the Sub-Continentin Multan and Sind is being discussed and analyzed.

Keywords Qaramatians, Multan, Mansurah, Bhatia, Fatimid, Muiz, Mahmud, Shihab ud Din

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ وعربی، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد
** چیئرمین، شعبہ اسلامیات، زرعی یونیورسٹی پشاور

برصغیر کی سرزمین اور یہاں کی آبادیوں نے مختلف مذاہب، فرق اور تحریکوں کو اس خطہ کا رخ کرتے، پروان چڑھتے، اشاعت پاتے اور قبولیت حاصل کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ جن میں قرامطہ بھی شامل ہیں۔ جنھوں نے اپنے باطنی عقائد کی اشاعت کے لیے برصغیر کو آماجگاہ بنایا۔ غیر معمولی نظم وضبط اور منصوبہ بندی کی بدولت تھوڑے ہی عرصہ میں مقامی آبادیوں میں ناصرف اچھا خاصا اثرورسوخ حاصل کرلیا۔ بلکہ بعض علاقوں میں اقتدار بھی قائم کرنے میں کامیابی حاصل کرلی۔ بحرین، شمالی افریقہ، شمالی ایران اور شام کے علاقوں میں بھی قرامطہ نے اپنی دعوت کی اشاعت کے ساتھ ساتھ اقتدار پر قبضہ کیا۔ مصر میں ان کی حکومت فاطمیوں کی صورت میں کافی عرصہ قائم رہی۔ اس وقت کے سندھ کی حدود بہت وسیع تھیں۔ یمن و مصر سے باطنیوں کے داعی خصوصی ذمہ داریاں سونپ کر ملتان ارسال کیے جاتے رہے۔ اسی طرح بحرین سے بھی باطنی داعیان و ذمہ داران برصغیر کا رخ کرتے رہے۔ قرامطہ برصغیر کا رخ کرنے کی اس کے علاوہ بھی بہت ساری وجوہ تھیں۔ اس دور میں منصورہ اور ملتان علم و تہذیب کے ساتھ ساتھ سیاست اور معیشت کے بڑے مرکز شمار ہوتے تھے۔ اس وجہ سے بھی قرامطی مذہب کے فروغ کے لیے اس علاقے کو قابل توجہ سمجھا گیا۔ مورخین کے مطابق ایک اہم وجہ یہ بھی تھی کہ قرامہ کی مسلسل ناکامیوں کی وجہ سے ایک ایسے علاقہ کا رخ کیا گیا کہ جو اس وقت کی مرکزی حکومت کی براہ راست رسائی سے دور سرحدی علاقہ تھا کہ جہاں پر مرکزی حکومت کا اثرورسوخ بہت زیادہ نہیں تھا۔ اور یہاں پر سیاسی و سماجی سطح پر دعوت کی اشاعت و تبلیغ قدرے آسان تھی۔

قرامطہ کی اصل

قرامطہ کی اصل کا تذکرہ کرتے ہوئے مذاہب و فرق کے معروف عالم علامہ شہرستانی لکھتے ہیں

"فبالعراق يسمون الباطنية والقرامطة والمزدكية وبخراسان التعليمية والملحدة ،وهم يقولون نحن اسماعيلية"[1]

شہرستانی کے بقول عراق میں باطنیہ، قرامطہ اور مزدکیہ کہلانے والے خراسان میں تعلیمیہ اور ملحدہ کہلائے جبکہ وہ خود کو اسماعیلیہ کہتے ہیں۔

دور جدید کے اسماعیلیہ، قرامطہ اور انکی سرگرمیوں سے برات کا اعلان کرتے ہیں اور انہیں الگ فرقہ کے طور پر ذکر کرتے ہیں کہ جس نے شدت و غلو کو اختیار کیا۔ لیکن تاریخی شواہد اس بات کا پتہ دیتے ہیں

کہ ان میں باہمی تعلقات اور ہم آہنگی موجود رہی ہے۔اور یہ اپنی اساس وخمیر میں ایک ہی نظریہ وتحریک کے دونام ہیں۔فاطمی حکومت کے معروف خلیفہ ابو تمیم معزالدین نے قرمطی سردار حسن بن احمد القرمطی کو خط لکھا تھا جسے تاریخ نے محفوظ رکھا ہے۔اس خط سے فاطمیوں اور قرامطہ کے تعلقات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔خط میں فاطمی خلیفہ لکھتا ہے "اما کان لک بجدک ابی سعید اسوۃ و بعمل ابی طاہر قدوۃ اما نظرت فی کتبھم و اخبارھم ولا قرات وصایا ھم و اشعارھم اکنت غائبا عن دیارھم وما کان من آثارھم الم تعلم انھم کانوا عبادا لنا اولی باس عزم شدید امر رشید و فعل حمید یفیض الیھم موادنا و ینشر علیھم برکاتنا"[2]

معزالدین حسن قرمطی کو مخاطب کرکے کہتا ہے کہ کیا تو اپنے دادا ابو سعید جنابی کی پیروی نہیں کرتا اور ابو طاہر کے عمل کی اقتداء نہیں کرتا۔کیا تو نے ان کی کتابیں اور خبریں نہیں پڑھیں اور کیا تو نے ان کی وصایا اور اشعار پر توجہ نہیں کی۔اسی طرح معز لکھتا ہے کہ کیا تو ان کے مسلک اور آثار سے غائب تھا۔اور کیا تو واقف نہیں کہ وہ ہمارے ایسے بندے تھے کہ جن جی طاقت بڑی،عزم پختہ،امر رشید اور فعل قابل تعریف تھا۔ہماری مدد ان کی طرف جاری تھی اور برکات ان پر پھیلی ہوئی تھیں۔

فاطمی خلیفہ معزالدین کے اس خط میں قرمطی سرداروں ابو سعید جنابی اور ابو طاہر سلیمان کو اپنی جانب منسوب کیا گیا ہے اور انکے اعمال کی تحسین کی گئی ہے۔اس خط کا تذکرہ کرنے کے بعد اسماعیلی گھرانہ میں پروان چڑھنے والے اسماعیلیت کے عالم ڈاکٹر زاہد علی لکھتے ہیں

"مزید برآں مولانا معز کا خط جو آپ نے حسن بن احمد قرمطی کو لکھا ہے اس امر کا بین ثبوت ہے کہ ہم اور قرامطہ وغیرہ عقائد میں بالکل ایک ہیں۔"[3]

اس خط کے علاوہ دیگر تاریخی شواہد بھی فاطمی حکومت اور قرامطہ کے باہمی تعلق کو ثابت کرتے ہیں۔

وجہ تسمیہ

ان کی وجہ تسمیہ کے بارے میں متعدد آراء ہیں۔لیکن امام غزالی فرماتے ہیں:

"واما القرامطة فانما لقبوا نسبة الی رجل یقال له حمدان قرمط ،کان احد دعاتھم فی الابتداء فاستجاب له فی دعوته رجال ،فسموا قرامطة و قرمطیة"[4]

امام غزالی کے بقول قرامطہ ایک شخص حمدان قرمط کی نسبت سے قرامطہ کہلائے جو باطنیہ کا ایک داعی

تھا۔ اس کی دعوت پر لبیک کہنے والے قرامطہ اور قرمطیہ کہلائے۔ بعد کے علماء اور مؤرخین نے اسی کو لیا ہے۔

برصغیر میں قرامطہ کا اولین داعی

معروف مورخ اور محقق قاضی اطہر مبارکپوری کے بقول برصغیر میں قرمطی دعوت کو متعارف کروانے والا یمن کے علوی خاندان کا شخص ابو عبد اللہ جعفر تھا۔ جو یمن سے اپنے خاندان اور چند افراد سمیت ملتان آیا تھا اور قرمطی عقائد و نظریات کا حامل تھا۔ شہر میں اس کا داخلہ بڑے تزک و احتشام کے ساتھ ہوا۔ شہر اور اطراف سے لوگ اس کے گرد جمع ہوگئے۔ جو غالبا اس کی آمد کے پہلے سے منتظر تھے۔ قاضی مبارکپوری کے مطابق جعفر ملک شاہ کے لقب سے متعارف ہوا اور مذہبی حکمران بن کر ابھرا۔[5] وہی ملتان میں قرامطہ کی دعوت کے فروغ کا باعث بنا۔ اس نے بہت جلد ملتان میں اپنا اثر قائم کرکے کافی لوگوں کو اپنے گرد جمع کر لیا۔ اور آنے والے داعیوں کے لیے راہ ہموار کی۔ اس کے بعد داعیوں کے آنے کا تسلسل جاری ہے۔ ابو جعفر کے بعد یمنی امام اور حاکم نے ہیثم نامی داعی کو ہندوستان بھیجا۔ عمان و سندھ کے قدیم تجارتی تعلقات کی بناء پر اس کا سندھ آنا دشوار نہیں تھا، اس بات کا بھی غالب گمان ہے کہ عمان سے بھی قرامطہ برصغیر آتے ہوں گے۔ معز کے دور میں برصغیر میں ایک قرمطی داعی آیا تھا۔ جس کا نام مورخین نے ذکر نہیں کیا۔ بعض وجوہات کی بنا پر فاطمی خلیفہ اس سے نالاں ہوگیا۔ اس لیے اسے اپنی سرپرستی اور نمائندگی سے محروم کرنے کا ارادہ کر لیا۔ لیکن وہ اس قدر اثر ورسوخ حاصل کر چکا تھا کہ معز کے لیے اس کے خلاف کوئی واضح کاروائی کرنا آسان نہیں تھا۔ کیو نکہ کاروائی کی صورت میں بغاوت کا بھی خطرہ تھا اور دعوت کو بھی نقصان پہنچ سکتا تھا۔ اس کے بعد معز نے جلم بن شیبان نامی داعی کو بھیجا اور اس سے پہلے داعی کے خاتمہ کے لیے خفیہ طریقہ سے ہدایات فراہم کیں۔ ڈاکٹر عباس ہمدانی نے سابقہ داعی کے قتل بارے
روایت کا تذکرہ کیا ہے۔[6]

برصغیر میں قرامطہ نے مقامی لوگوں کے عقائد و نظریات اور زبان وادب سے آشنائی حاصل کی اور ان کے لباس واطوار اور رسوم و عادات کو اختیار کرکے ان میں گھل مل گئے تاکہ اپنے عقائد و نظریات کی ترویج زیادہ مؤثر انداز میں کر سکیں اور لوگوں کو اپنے قریب کرنے میں کسی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ قرمطی دعوت کی ترویج و قبولیت میں مال و دولت اور وسائل کی بہتات کا بھی یقینا عمل دخل رہا ہے۔ داعیان تحریک

پوری تیاری کے ساتھ بھیجے جاتے تاکہ ہر طرح کے حالات میں اپنی دعوت کو پھیلانے میں پیش آنے والی رکاوٹوں کا بآسانی مقابلہ کر سکیں۔ ملتان برصغیر کا ایک قدیم شہر ہے یہ پہلے سندھ کی عظیم ریاست کا حصہ تھا۔ تیسری صدی ہجری میں یہ الگ خود مختار ریاست کے طور پر سامنے آیا۔ ملتان میں قرامطہ نے معاشرتی سطح پر قوت حاصل کر لینے کے بعد سیاسی اقتدار کے حصول کے لیے ہاتھ پاؤں مارنا شروع کر دیے۔ عمان کی طرح ملتان میں بھی بنو سامہ کی حکومت تھی اور یہ دونوں سنی حکومتیں تھیں اور ان میں عباسی خلیفہ کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ دونوں مقامات پر بنو سامہ کی حکومت قرامطہ کے ہاتھوں ختم ہوئی۔ قرامطہ خفیہ طور پر اپنی سرگرمیاں پروان چڑھاتے اس لیے بنو سامہ شاید ان کی غیر معمولی قوت کا اندازہ نہ کر سکے اور حکومت گنوا بیٹھے۔

قرامطہ نے ملتان میں کب حکومت قائم کی اس بارے میں مؤرخین کے ہاں کوئی حتمی بات نہیں ملتی۔ 358ھ میں ہندوستان میں موجود مشہور سیاح ابن حوقل نے ملتان میں بنو سامہ کی حکومت کا تذکرہ کیا ہے[7]۔ اس کے بعد مقدسی ملتان آیا اور اس نے 375ھ میں قرامطہ کی حکومت کا ذکر کیا ہے[8]۔ اس کا مطلب ہے کہ 358ھ اور 375 ھ کے درمیانی دور میں قرامطہ اقتدار پر قابض ہوئے۔

قرامطہ کے داعی جلم بن شیبان اور فاطمی حکمران معز کے درمیان خط و کتابت جاری رہی، اس خط و کتابت کا ذکر ادریسی نے اپنی کتاب ''عیون الاخبار'' میں کیا ہے۔ ادریسی نے معز کی طرف سے جلم کے لیے لکھے گئے ایک خط کو اپنی کتاب میں شامل کیا ہے جس میں معز جلم کی کامیابی پر خوشی کا اظہار کرتا ہے اور ہندوستان کے ایک مندر میں اس کے بت گرانے کو سراہتا ہے اور کہتا ہے کہ اس بت کا سر ہمارے ہاں بھجوا دیا جائے[9]۔ اس خط کے آخر میں اس کا سال 354ھ ذکر کیا گیا ہے۔ جو کہ درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ ۳۵۴ھ میں جلم اقتدار حاصل کر چکا ہوتا تو مشہور سیاح ابن حوقل نے اس کا ذکر کیا ہوتا۔ دولت عبیدیہ کے حکمران معز کے امیر اور معتمد جوہر نے مصر کو فتح کرنے کے بعد 359ھ میں اذان میں ''حی علی خیر العمل'' کا اضافہ کیا۔ مقدسی ملتان کے قرامطہ کے بارے میں لکھتا ہے کہ وہ بھی اذان میں ان الفاظ کا اضافہ کرتے ہیں۔[10]

قرامطہ کی مرکزی حکومت کے قیام کے بعد اذان میں الفاظ 359ھ میں شامل کئے گئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ملتان 359ھ کے بعد قرامطہ کے قبضے میں آیا اور اس کے بعد انہوں نے اذان میں اضافہ کیا۔ ڈاکٹر عباس ہمدانی، جلم بن شیبان کے ہندوستان آنے کا سال 354ھ ذکر کرتے ہیں۔[11] ابن شیبان کو ہندوستان میں

حکومت حاصل کرنے کے لیے کافی جد وجہد کرنی پڑی تھی۔

ملتان میں قرامطہ کی حکومت

ملتان میں قرامطہ کی حکومت 359ھ سے لیکر 375ھ کے درمیان ہے۔ سال کی تعیین ممکن نہیں کہ کس سال میں حکومت قائم کی گئی کیونکہ اس بارے میں کوئی تاریخی شہادت موجود نہیں ہے بہر حال جلم بن شیبان کی قیادت میں قرامطہ نے بنو سامہ کی حکومت ختم کرکے اپنی حکومت قائم کی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جلم نے ملتان پر باہر سے آکر حملہ نہیں کیا بلکہ اندرونی طور پر شہر میں بغاوت کرا کے اقتدار پر قابو پایا اور اسے بحرین سے آنے والے قرامطہ کا ساتھ بھی میسر تھا۔ جان ہولسٹر John Hollister ملتان اور بحرین کے تعلق کے امکان کا تذکرہ کرتا ہے اور ان دو علاقوں میں موجود مقتدر طبقے کی فاطمی حکومت کے ساتھ تعلق و ربط کی طرف اشارہ کرتا ہے. وہ لکھتا ہے

"It seems quite probable that da'wat in Multan was open from Bahrain.for many years the Zakat from both Bahrain and Multan was sent to the Fatimid Imams"[12]

ملتان میں حکومت حاصل ہو جانے کے بعد قرامطہ نے مصر وافریقہ میں قائم اپنی مرکزی حکومت سے الحاق کر لیا تھا اور اس کی مرضی اور ہدایت کے مطابق تمام امور سر انجام دیتے تھے۔

ملتان و سندھ سے افریقہ تک ہدایا و تحائف کا سلسلہ شروع ہو گیا اور دونوں طرف سے آدمیوں کی آمد ورفت بھی جاری ہو گئی ملتان میں عبیدی حکمران فاطمی خلیفہ کے نام کا خطبہ جاری ہوا۔ جلم نے اپنے دور میں قرمطی عقائد و نظریات کا خوب پرچار کیا اور اس کے ساتھ ساتھ اپنی سلطنت کو بھی مضبوط بنایا اور اپنے ارد گرد ہندو راجاؤں سے تعلقات قائم کرکے باہمی تعاون کے معاہدات بھی کیے۔ تاریخ میں اس بات کا تذکرہ نہیں ملتا کہ جلم نے کب تک مسندِ اقتدار سنبھالے رکھی۔ اس نے ملتان کے مشہور بت خانے کو منہدم کرکے اس کی جگہ مسجد تعمیر کی تھی۔ ملتان کا یہ بت خانہ تاریخی اعتبار سے بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ محمد بن قاسم نے ملتان کی فتح کے بعد اس بت خانہ کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا تھا۔ ابن قاسم کے بعد عربوں کی تین سو سالہ حکومت میں بھی یہ اسی طرح صحیح و سالم رہا اور سیاحوں کی دلچسپی کا مرکز بنا رہا۔ عرب سیاحوں اور جغرافیہ نویسوں کی اکثریت نے اس بت خانہ کا ذکر کیا ہے۔ اہل عرب نے اس بت خانہ کے وجود سے سیاسی و مالی دونوں اعتبار سے فائدے اٹھائے۔ سیاسی اس صورت میں کہ جب کبھی کوئی راجہ ملتان پر حملہ کرنے کی تیاری کرتا تو عرب امیر اسے یہ کہہ

کر ڈرا دیتا کہ اگر تم نے ادھر کا رخ کیا تو اس مندر کو خاک میں ملا دیا جائے گا۔ اس وجہ سے کوئی راجہ بھی ملتان پر حملے کی جرأت نہ کرتا، مالی فائدہ یہ اٹھایا گیا کہ تمام ہندوستان سے لوگ اس مندر کی زیارت کو آتے اور نذرانے پیش کرتے۔ عرب امیر اس رقم کو خزانہ میں جمع کر کے اس سے مندر کے اخراجات اور پجاریوں کی تنخواہیں ادا کی جاتی تھیں۔ جلم کے مشہور بت خانہ کو گرانے کا تذکرہ کرتے ہوئے البیرونی کہتا ہے کہ جب ملتان پر قرامطہ قابض ہوئے جلم بن شیبان نے وہاں کا بت توڑ ڈالا اور ان پجاریوں کو قتل کر ڈالا اور بت خانہ کو جو کہ بلند مقام پر اینٹوں سے بنا ہوا قلعہ تھا جامع مسجد بنا دیا اور پہلے سے بنی ہوئی مسجد کو اس لیے بند کر دیا کہ وہ اموی دور کی یادگار تھی۔[13]

بشاری مقدسی نے جب ملتان کا دورہ کیا تھا تو اس وقت یہ بت خانہ صحیح حالت میں موجود تھا جس کا مطلب ہے کہ یہ اس کے بعد گرایا گیا۔ ڈاکٹر عباس ہمدانی اس بت خانہ کے متعلق لکھتے ہیں

"The destruction of its famous idol Aditya took place in 376 A.H. that is the last year of Jalams rule."[14]

ڈاکٹر ہمدانی لکھتے ہیں کہ اس بت خانہ کو 376ھ میں گرایا اور یہی وہ سال ہے جس میں جلم کا دور اقتدار ختم ہوا۔ اگر معز کی طرف سے ابن شیبان کے لیے لکھے گئے خط کی صحت کو تسلیم کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس میں جلم بن شیبان کی کسی ابتدائی کامیابی کا ذکر کیا گیا ہے اور جس بت کا ذکر ہے وہ ملتان کی بجائے کسی اور علاقے کا بت تھا۔ ملتان کے مشہور بت کو 376ھ میں گرایا گیا تھا اور معز کا انتقال تو 365ھ میں ہو چکا تھا۔

جلم بن شیبان کے بعد شیخ حمید ملتان کے تخت حکومت پر براجمان ہوا۔

شیخ حمید کا جلم سے کیا رشتہ تھا اس بارے میں تاریخ کچھ بتانے سے قاصر ہے۔ خیال کیا جا سکتا ہے کہ وہ جلم کا بیٹا ہو گا کیونکہ قرامطہ کا عام طریقہ یہ تھا کہ داعی کی جگہ اس کا بیٹا اور والی کی جگہ اس کا بیٹا جانشین ہوتا۔ شیخ حمید کے بارے میں مشہور فارسی مؤرخ محمد قاسم فرشتہ لکھتے ہیں کہ اس کا تعلق لودھی خاندان سے تھا۔[15] شیخ حمید کے بارے میں فرشتہ کی یہ رائے درست معلوم نہیں ہوتی۔ سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں

"فرشتہ نے خدا جانے کس ماخذ سے لکھا ہے کہ وہ ابتدائی مسلمان جو افغانستان پر حملہ کے وقت ادھر آ گئے تھے وہ بعد کو واپس نہ جا سکے اور انہوں نے کوہستان خیبر کے پٹھانوں میں شادی بیاہ شروع کر دیا اس عربی و افغانی نسل سے لودھی اور سور دو قبیلے پیدا ہوئے۔ شیخ حمید اسی لودھی خاندان سے تھا۔ یہ تمام داستان قبائل کی

اصلیت کی دوسری بے بنیاد باتوں کی طرح بے بنیاد ہے، لودھیوں نے کبھی اپنے نام کے ساتھ شیخ نہیں لکھا اور نہ اس قسم کے ان کے نام ہوتے تھے۔۔۔ حقیقت یہ ہے کہ فارسی مؤرخین کو ملتان کی عربی تاریخ سے مطلقاً آگاہی نہیں تھی۔ اسی لیے وہ ملتان کے ان مسلمان رئیسوں کو افغانی سمجھنے پر مجبور تھے ورنہ شیخ حمید وغیرہ کا دراصل افغانوں سے کوئی تعلق نہ تھا بلکہ اغلبًا وہ جلم بن شیبان کی نسل سے تھے۔"[16]

شیخ حمید غزنہ کے امیر ناصر الدین سبکتگین کا ہم عصر تھا اس نے بھی اپنے دور حکومت میں قرامطہ کی حکومت کی تعلیمات کا خوب پرچار کیا۔ فرقہ قرامطہ نے اپنے دور عروج میں پورے عالم اسلام میں ایک ہلچل مچار کھی تھی اور ان کی ریشہ دوانیوں نے ہر حکمران کو پریشان کر رکھا تھا۔ دولت غزنہ کے امیر سبکتگین کو بھی قرامطہ کی خفیہ سازشوں کا سامنا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ دیلمیوں کی مخالفت اور کئی داخلی بغاوتوں کا بھی شکار تھا۔ قرامطہ کی حقیقت سے آگاہی کی وجہ سے اس نے اپنی حکومت کی مشرقی و جنوبی سرحد کی طرف جہاں قرامطہ کا چرچا تھا متوجہ ہو کر اس فرقے کے استیصال کے لیے عملی اقدامات کیے۔ اس نے کوہ سلیمان کے پہاڑی قبائل میں قرامطہ کو چن چن کر پکڑا اور ان کی تعلیمات کی وجہ سے جو بگاڑ پیدا ہو چکا تھا اس کے لیے اصلاحی اقدامات کیے، مساجد تعمیر کروائیں اور لوگوں کو نماز، روزہ اور زکوٰۃ جیسے فرائض کی ادائیگی کی تاکید کی۔ ملتان کی حکومت پر قابض قرمطی حکمران شیخ حمید نے سبکتگین کی قرامطہ کے خلاف مہم دیکھی تو اس نے امیر سبکتگین کو اپنے مسلمان ہونے کا یقین دلا کر خود کو محفوظ بنایا۔

تاریخ سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ حمید نے کتنا عرصہ حکومت کی اور کب اس کا انتقال ہوا اور یہ کہ اس کا بیٹا شیخ نصر بر سر اقتدار بھی آیا تھا یا نہیں۔ شیخ نصر کے بیٹے ابوالفتح داؤد بن نصر کے تخت حکومت پر براجمان ہونے کا تذکرہ تو فارسی و عربی مؤرخین کے ہاں ملتا ہے۔ ابوالفتح کے دور تک ان کا اثر و رسوخ ملتان اور اس کے گرد و پیش کے علاقوں میں کافی حد تک بڑھ چکا تھا اور ان کی تعلیمات کی اشاعت جاری تھی۔ مذہبی گروہ کی بجائے سیاسی تحریک میں بدل چکا تھا۔ جس کی وجہ سے علماء نے علمی محاذ پر ان کی تعلیمات کا رد شروع کیا اور مسلمان سلاطین کو قرامطہ کی سرگرمیوں کو روکنے کے لیے بیدار کیا تاکہ روز افزوں ترقی پاتی اس تحریک کا استیصال کیا جا سکے۔ دولت غزنویہ کے سبکتگین نے داخلی و خارجی خطرات کے باوجود قرامطہ کے خلاف کاروائی کو ترجیح دی اور اس کے بیٹے سلطان محمود غزنوی نے تو اپنی ساری عمر قرامطہ کی بیخ کنی میں گزار دی۔

بھاٹیہ میں قرمطی اجتماع

ملتان کی ریاست سے متصل مختلف ناموں سے موسوم بھاٹیہ، بھٹنڈا، بھٹنیر اور بھیرہ ایک ہندو ریاست جس کے محل وقوع میں بھی نام کی طرح اختلاف پایا جاتا ہے۔ڈاکٹر محمد ناظم نے محمود غزنوی کے بارے لکھی اپنی کتاب میں مورخین کی مختلف آراء کا جائزہ لینے کے بعد اسی کو راجح قرار دیتے ہیں کہ بھاٹیہ سے بھٹنڈہ ہی مراد ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"The only place of importance which satisfies the description of "Bhatia" is Bhatinda,"[17]

بعض مورخین بھاٹیہ کو پشاور کے شمال میں ذکر کیا ہے، کسی نے اسے متھرا اور قنوج کے قریب بیان کیا ہے، کوئی مؤرخ اسے ٹھٹھہ یا کراچی کا دوسرا نام بتاتا ہے۔ مورخ اکبر شاہ نجیب آبادی کے مطابق بھاٹیہ ریاست کی حدود ملتان سے ملتی تھیں۔ جس کا حکمران بجے رائے نامی ہندو تھا۔ یہاں پر قرامطہ کا اجتماع ہوناطے پایا۔ محمود غزنوی کو جب اس بات کی خبر ہوئی تو اس نے بجے رائے کو پیغام بھیجا کہ وہ قرامطہ کو اس اجتماع سے روکے لیکن بجے رائے نے اس پیغام کے جواب میں درشتی و سختی سے انکار کر دیا۔ 395ھ میں محمود غزنوی نے بجے رائے کی ریاست پر حملہ کرکے اسے شکست دی۔ بجے رائے کی فوج میں شامل بعض قرامطہ تو مارے گئے اور کچھ فرار ہو کر ملتان پہنچ گئے اس کے بعد محمود غزنوی کا لشکر واپس لوٹ گیا۔[18] قرامطہ کی ہمیشہ یہ حکومت عملی رہی ہے کہ جس علاقے میں جاتے ہیں وہاں کے لوگوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے اس کے عقائد و نظریات کے رنگ میں اپنے عقائد و نظریات پیش کرتے ہیں جیسا کہ ہندوستان میں جگہ بنانے اور اجنبیت کا تاثر زائل کرنے کے لیے انہوں نے حضرت علیؓ کو وشنو کا دسواں اوتار قرار دیا۔ ہندوستان میں قرامطہ نے مذہبی و سیاسی ہر دو اعتبار سے ہندوؤں سے تعلقات قائم کر لیے۔

قرامطی اقتدار کے خاتمے کے لیے غزنوی کی آمد

396ھ میں جب ملتان میں ابوالفتح داؤد بن نصر قرامطی حکمران تھا۔ سلطان محمود غزنوی بے خبری کے عالم میں ملتان پر حملہ کرکے قرامطہ کے استیصال کا خواہاں تھا۔ اس غرض سے اس نے ملتان پر حملے کی تیاری کی۔ درۂ بولان کے قریبی راستہ کو چھوڑ کر درۂ خیبر کی طرف سے دریائے سندھ کے اس پار اترنا چاہا جس کے لیے اس نے لاہور کے حکمران جے پال کے بیٹے انند پال سے راستہ مانگا اور اسے اپنے مقصد سے آگاہ کیا۔ لیکن انند

پال نے نہ صرف راستہ دینے سے انکار کیا بلکہ اس کے لشکر کو روکنے کے لیے فوجیں بھی روانہ کیں۔ اسی وجہ سے ہندوؤں اور قرامطہ کے گٹھ جوڑ کا قرار کہا جاتا ہے۔ محمود غزنوی کے لشکر کو خلاف توقع انند پال کے لشکر کا مقابلہ کرنا پڑا، اس لڑائی میں انند پال کا لشکر شکست کھا کر بھاگ گیا۔ اس کے بعد انند پال خود لشکر لے کر مقابلہ پر آیا لیکن شکست سے دوچار ہوا اور اس نے لاہور آکر دم لیا۔ غزنوی کے لشکر کی پیش قدمی دیکھ کر انند پال لاہور سے کشمیر کی طرف بھاگ گیا۔ محمود غزنوی اس کے تعاقب میں کشمیر کی طرف روانہ ہوا تو انند پال نے وہاں سے بھاگ کر کشمیر کے پہاڑی دروں میں پناہ لی۔ تب محمود غزنوی نے اس کا پیچھا چھوڑ کر ملتان کا رخ کیا اور وہاں پہنچ کر ملتان کا محاصرہ کر لیا۔ سات دن تک یہ محاصرہ قائم رہا آخر کار داؤد نے قرمطی عقائد و نظریات سے تائب ہونے کا اعلان کیا اور احکام شرعیہ کے جاری کرنے کا عہد کیا اور اس کے ساتھ ساتھ بیس ہزار درہم سالانہ بطور خراج ادا کرنا قبول کیا۔[19]

علامہ ابن اثیر غزنوی کے ملتان پر حملہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وکان سبب ذلک ان والیها ابا الفتوح نقل عنه خبث اعتقاده، ونسب الی الالحاد، وانه قد دعا اهل ولایته الی ما هو علیه، فاجابوه، فرأی یمین الدولة ان یجاهده ولیستنزله عما هو علیه، فسار نحوه، فرأی الانهار التی فی طریقة کثیرة الزیادة، عظیمة المدّ، وخاصتة سیحون، فانه منع جانبه من العبور، فارسل الی أندبال یطلب الیه أن یأذن له فی العبور ببلاده الی المولتان، فلم یجبه الی ذلک، فابتدأبه قبل المولتان، وقال نجمع بین غزوتین، لانه لا غزو الا التعقیب، فدخل بلاده، وجاسها، وأکثر القتل فیها، والنهب لاموال اهلها، والاحراق لأبنیتها، ففرّ أندبال من بین یدیه وهو فی أثره کالشهاب فی أثر السلطان، من مضیق الی مضیق، الی أن وصل الی کشمیر ولما سمع ابوالفتوح بخبر اقباله الیه علم عجزه عن الوقوف بین یدیه والعصیان علیه، فنقل امواله الی سرندیب، داخلی المولتان، فوصل، یمین الدولة الیها ونازلها، فاذا اهلها فی ضلالهم یعمهون، فحصرهمر، وضیّق علیهم، وتابع القتال حتی افتتها عنوة، والزم اهلها عشیرین الف درهم عقوبة لعصیانهم"[20]

"محمود غزنوی کے ملتان پر حملے کا سبب یہ تھا کہ اس کے حکمران ابوالفتوح کا عقیدہ صحیح نہیں تھا یہاں تک کہ اس کی طرف الحاد کو بھی منسوب کیا گیا۔ اس نے اپنے سرداروں کو اپنے عقائد کی دعوت دی تو انھوں نے اس کے عقائد کو قبول کر لیا۔ پس یمین الدولہ سلطان محمود نے اس بات کا فیصلہ کر لیا کہ جہاد کر کے اس کو اس کے مقام سے اُتار دے۔ اس لیے اس نے اس کی طرف سفر کیا۔ راستے میں اس نے بہت زیادہ لمبے دریا اور خاص طور پر دریائے جیحوں کو عبور کیا۔ اسے یہ علاقے عبور کرنے سے روکا گیا تو اس نے انند پال سے درخواست کی کہ اسے

ملتان تک پہنچنے کے لیے درمیان کے راستوں سے گزرنے دیا جائے۔ انندپال نے اس درخواست کو قبول نہ کیا۔ سلطان نے ملتان سے پہلے اس کی خبر لی اور کہا کہ ہم دو لڑائیاں لڑیں گے کیونکہ پیچھا کرنے کے بغیر لڑائی کا کوئی فائدہ نہیں ہے تو سلطان اس کے شہروں میں داخل ہوا۔ بڑے پیمانے پر لوگوں کو قتل کیا اوران کے اموال سمیٹ لیے گئے، ان کے گھروں کو جلایا گیا۔ تو انندپال آگے آگے بھاگا اور سلطان اس کے پیچھے ایسے تھا گویا کہ سلطان کے پیچھے کوئی شہاب ثاقب لگا ہو۔ ایک وادی سے دوسری وادی عبور کرتے کشمیر کے علاقے تک پہنچ گئے۔ جب ابوالفتوح نے سلطان کے آنے کی خبر سنی تو اس کی نافرمانی اور مقابلہ کرنے میں اپنے آپ کو عاجز تصور کیا۔ پس اپنے اموال کو سرندیپ کی طرف نقل کیا اور ملتان کو خالی کر دیا۔ پس سلطان نے ملتان تک اس کا پیچھا کیا اور ملتان میں پڑاؤ ڈالا، ملتان کے لوگ گمراہیوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ سلطان نے ان کا محاصرہ کیا اور ان پر تنگی کی اور قتال کا آغاز کیا، ابوالفتوح نے توبہ کرلی اور سالانہ بیس ہزار درہم بطور خراج ادا کرنا منظور کیا۔"

399ھ میں محمود غزنوی اور انندپال کی فوجیں ایک دفعہ پھر صف آراء ہوئیں، انندپال اپنے ساتھ تمام ہندوستان کے راجاؤں کے لشکر بھی ساتھ لایا تھا، قرامطہ ملتان نے ہندوستان سے تعلقات کی وجہ سے اس جنگ میں ان کا ساتھ دیا انہوں نے یہ خیال کیا ہو گا کہ ہندوستان کے بڑے اتحادی لشکر کا سامنا کرنا غزنوی کے لیے ناممکن ہو گا اور اب کی بار اس کی شکست یقینی ہے اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ان کی نظر میں ہو گا کہ انندپال کا ساتھ دینے سے سیاسی اعتبار سے ایک تو یہ فائدہ ہو گا کہ محمود غزنوی سے چھٹکارا مل جائے گا اور دوسرا یہ کہ ہندو راجاؤں سے اتحاد ہونے کے باعث ان کی دست درازی سے محفوظ رہیں گے۔ اس لڑائی میں انندپال اور اس کے اتحادیوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

محمود غزنوی کے لشکر نے 401ھ میں قرامطہ کے خاتمہ کے لیے غزنی سے ملتان کا سفر کیا اور پر زور حملہ کر کے قرمطی حکومت ختم کر کے ملتان پر قبضہ کر لیا قرامطہ کی بڑی تعداد تہ تیغ ہوئی اور کافی لوگوں کو قید بھی کر لیا گیا، ان کا امیر ابوالفتح داؤد بن نصر گرفتار کر لیا گیا، محمود غزنوی اسے اپنے ساتھ لے گیا اور اسے قلعہ غورک میں نظر بند کر دیا، وہیں پر اس کی موت واقع ہو گئی۔[21]

غزنوی کی وفات کے بعد قرامطہ نے ایک دفعہ پھر اپنی قوت کو مجتمع کر کے ملتان کے اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ پھر سلطان شہاب الدین غوری نے ہندوستان پر حملہ کر کے قرامطہ کے اقتدار کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔[22]

منصورہ میں قرامطہ کی حکومت

منصورہ قدیم سندھ کا ایک اہم شہر تھا جو طویل عرصہ تک سندھ کی عظیم ریاست کا پایہ تخت رہا جس کی بنیاد اموی دور میں محمد بن قاسم کے بیٹے عمرو نے رکھی تھی، تیسری اور چوتھی صدی ھ قرآن و سنت اور علوم دینیہ کی ترویج کے لحاظ سے بہت اہم صدیاں تھیں۔ منصورہ اس وقت دولت ہباریہ کا مرکز تھا، وہاں پر بھی دینی و علمی سرگرمیاں عروج پر تھیں۔ کثیر تعداد میں موجود علماء و فضلاء تھے اور اسلامی تعلیمات کو عام کرنے میں مصروف تھے۔ مقدسی اس وقت کے منصورہ کے بارے میں بتاتے ہوئے لکھتا ہے "وللاسلام طراوة، والعلم واهله كثير--- والرسوم تقارب العراق مع وطاءٍ وحسنِ اخلاق"[23]

وہ کہتا ہے کہ اسلام یہاں پر منصورہ میں تروتازہ ہے اور علم اور اہل علم یعنی علماء کثرت سے ہیں اور یہاں کے لوگوں کے اخلاق و عادات اہل عراق سے ملتے جلتے ہیں اور ان میں بردباری اور حسنِ اخلاق پایا جاتا ہے۔ منصورہ میں قرامطہ کی حکومت قائم ہونے کے حوالے سے دو مختلف آراء پائی جاتی ہیں، سید ابو ظفر ندوی فرماتے ہیں کہ یہ بات زیادہ قرین قیاس ہے کہ ملتان میں محمود غزنوی کے شکست کے بعد قرامطہ نے منصورہ میں اپنی منتشر قوت کو مجتمع کر کے اقتدار پر قبضہ کر لیا ہو۔ ان کے مطابق جب محمود غزنوی نے 416 ھ میں منصورہ پر حملہ کیا تو اس وقت قرامطہ کی حکومت تھی[24]۔ معروف مورخ علامہ ابن اثیر اپنی کتاب میں منصورہ کے حاکم کے ارتداد کا ذکر کرتے ہیں وہ لکھتے ہیں

"---وقصد المنصوره، وكان صاحبها قدارتد عن الاسلام---"[25]

"سلطان محمود غزنوی نے فتح سومنات کے بعد منصورہ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اس کی وجہ حاکم منصور کا ارتداد یعنی قرامطہ کے عقائد و نظریات کو قبول کرنا اختیار کرنا تھا۔"

معروف محقق اور قاضی مبارکپوری منصورہ میں قرامطہ کی اقتدار تک رسائی کو تسلیم نہیں کرتے، وہ کہتے ہیں کہ غزنوی کے ہاتھوں جب منصورہ حکومت کا خاتمہ ہوا تو اس وقت ہباری حکمران تخت نشین تھا۔ ان کے مطابق منصورہ کے حاکم کا قرمطی ہونا قرین قیاس نہیں ہے[26]۔ لیکن ابن اثیر اور ابن خلدون نے حاکم منصورہ کے ارتداد یعنی قرمطی بن جانے کا ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرامطہ منصورہ میں برسرِاقتدار رہے ہیں۔ 401 ھ میں جب محمود غزنوی نے ان کے اقتدار کا خاتمہ کیا تو عین ممکن ہے کہ قرامطہ نے اپنی منتشر قوت کو مجتمع کر کے منصورہ قابض ہو گئے ہوں۔ کیونکہ اقتدار کا حصول ان کی اولین ترجیح رہی

ہے۔ اور منصورہ میں قائم ہباری حکومت ضعف کا شکار تھی اور قرامطہ نے اس کمزوری سے بھی فائدہ اٹھایا ہو گا۔ ڈاکٹر ہمدانی کے بقول جب ملتان سے محمود غزنوی نے قرامطہ کو بید خل کیا تو اس بات کا قوی امکان ہے کہ انہوں نے منصورہ کو اپنا مسکن بنایا ہو یہ جگہ جغرافیائی اعتبار سے اپنی حفاظت کے لیے مناسب تھی۔ اپنی دعوت کے ذریعے قرامطہ نے ہباری حکمران کو اپنے نظریہ کا ہم خیال بنالیا ہو۔ وہ لکھتے ہیں:

"We can therefore deduce that the last rulers of the Sunni Habbari dynasty had given up orthodox Islam and espoused Ismailism sometimes between 375H. And 416H.We have already noted above that a large alied community was settled in Mansurah; that Ismaili da'wa was widespread throughout Sind. It is likely that Mansurah became the centre of Ismaili activity.And about the time when they were ousted by Mahmud of Ghazna in 401H.they may have concentrated in Mansurah due to its geographical position well suited for defence.They may have brought all their influence to bear on the last Habbarid rulers and converted them to Ismailism……..Thus like Multan, Mansurah became an Ismaili kingdom soon to be wiped out by the sworn enemy of Ismailiism, Mahmud of Ghazna." [27]

تاریخ یہ نہیں بتاتی کہ کس سال قرامطہ منصورہ پر قابض ہوئے بہر حال یہ معلوم ہے کہ 416ھ میں سلطان محمود غزنوی نے ان کی حکومت کا خاتمہ کر دیا تھا۔ لیکن سیاسی اثر و رسوخ لوگوں سے گہرے تعلق کی وجہ سے شکست کھانے کے باوجود تھوڑے سے عرصے میں وہ دوبارہ اقتدار پر قبضہ پا لیا تھا۔ اس حوالہ سے انہیں یقینا مقامی ہندو راجاؤں اور ہندو پنڈتوں کا ساتھ حاصل رہا۔ اور مالی استحکام کی وجہ سے بھی انہیں مقامی آبادیوں میں اپنے سیاسی اثر و رسوخ کو بڑھاوا دینے میں مدد ملی۔

حاصل بحث

برصغیر مختلف مذاہب و ثقافتوں سے وابستہ لوگوں کی آماجگاہ رہا ہے۔ یہ خطہ اپنی قدامت کے ساتھ ساتھ تاریخ و تہذیب اور علوم و فنون کے عظیم ورثہ کا مالک بھی ہے۔ اس خطہ ارضی میں اشاعت پانے والی تحریکوں میں قرامطہ کی تحریک بھی شامل ہے۔ قرامطہ نے باقاعدہ منصوبہ بندی سے برصغیر کے مختلف علاقوں میں اپنی باطنی دعوت کا آغاز کیا۔ ملتان میں ان کے داعی بحرین و مصر سے مامور ہو کر آئے۔ اور تھوڑے عرصے میں انھوں نے مقامی آبادیوں میں اپنی جڑیں مضبوط کیں۔ انہوں نے نہ صرف بڑی تعداد میں لوگوں کو اپنا حامی بنالیا بلکہ اقتدار تک رسائی میں کامیابی حاصل کرلی۔ اپنی اساسی تعلیمات اور اسلام کی تعبیر و تشریح میں اجماعی روایتی تعبیر سے بعد کی بدولت آئمہ دین نے انہیں مسلمان معاشروں کے لیے بہت بڑا خطرہ قرار دیا۔

ملتان و منصورہ میں قرامطہ اقتدار تک پہنچ گئے اور انہوں نے مصر میں موجود فاطمی حکومت سے کھل کر روابط قائم کر لیے۔ ملتان میں فاطمی خلیفہ کا نام جمعہ کے خطبہ میں لیا جانے لگا۔ برصغیر میں سیاسی طور پر اپنے اقتدار کی بقا اور توسیع کے لیے بھی قرامطہ نے منصوبہ بندی کی۔ انہوں نے مقامی ہندو راجاؤں سے تعلقات بڑھائے۔ ہندو آبادی کے قلوب و اذہان میں جگہ بنانے کے لیے انہوں نے ہندو مذہبی اصطلاحات و محاورے میں اپنی تعلیمات پیش کیں۔ قرامطہ نے ہندو راجا کے زیر حکمرانی ریاست بھاٹیہ میں قرامطہ نے اجتماع کا اہتمام بھی کرنے کی کوشش کی۔ سلطان محمود غزنوی اور بعد میں سلطان شہاب الدین غوری نے قرامطہ کے سیاسی اثر و رسوخ کے خاتمہ کے لیے متعدد بار برصغیر کا رخ کیا اور انہیں شکست سے دوچار کیا۔ ان سلاطین کی بروقت آمد و کاروائیوں نے بڑھتی قرمطی تحریک کے قدم روک دیئے۔ ورنہ جس تیزی سے قرامطہ کے داعیوں نے اپنے دائرہ کو وسعت دی تھی۔ تو اس بات کا امکان تھا کہ وہ بڑے پیمانے پر تادیر اپنے اثرات برقرار رکھنے کے ساتھ ساتھ دعوت کو توسیع دیتے۔ اور اس خطہ ارضی میں ان کا سیاسی اقتدار برسوں قائم رہتا۔

حواشی

[1] الشہرستانی، محمد بن عبد الکریم، الملل والنحل، 1/ 229، دار لمعرفۃ بیروت،، الطبعۃ الثالثۃ، 1993م

[2] زاہد علی، ڈاکٹر، ہمارے اسماعیلی مذہب کی حقیقت اور اس کا نظام، ص 31-30، مکتبہ بینات، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی، س ن

[3] ایضا، مقدمہ

[4] الغزالی، محمد بن محمد، ابو حامد، فضائح الباطنیۃ، ص 11، حققہ و قدم لہ عبد الرحمن بدوی، الدار القیومیۃ للطباعۃ والنشر، القاہرۃ، 1924

[5] اطہر مبارکپوری، قاضی، ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں، ص 228، مکتبہ عالیہ، لاہور، 1987ء

[6] Hamdani, Abbas, H, the Beginnings of the Ismaili Da'wa in Northern India, Egypt, Sirovic Bookshop, Cairo, 1956, 2

[7] ابن حوقل، ابی القاسم، صورۃ الارض، ص 278، دار المکتبۃ الحیاۃ، بیروت-لبنان، 1992م

[8] المقدسی، شمس الدین، ابی عبد اللہ، محمد بن احمد، احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم، ص 481، مطبعۃ بریل، لیدن، 1906

[9] مستشرق ایس ایم سٹرن S.M.Stern نے ادریسی کی عیون الاخبار سے معز کا خط نقل کیا ہے:

"والذی وصفته مماهیاه الله لکم علی من بغی علیکم وزحف الیکم لیزعجکم عن مستقرکم وما دار بینکم وبینهم من القتال المهول الی ان وهبکم الله النصر وامدکم بالمعونة والتایید وقتلتموهم ابرح قتل

واقتلعتم صنم القوم وجعلتم موضعه مسجد جامعا ضيالها نعمة ما اعظمها وفضلا ما او ضحه وابنيه واعظم اجره وابقى فخره۔۔ولقد كنا نحب ان لواط تلطفت لقت فى حمل راس هذا الصنم اوفى ما تعمدته من بعد هذا ويقدركم الله عزوجل عليه فتعمد على حمل روسها الينا فان لكم فى ذلك فخرا باقيا وتحريكا لاخوانكم المؤمنين قبلنا وزياده فى نشاطهم ورغبتهم فى الاجتماع معكم للتعاون على اقامة حق الله ۔۔۔۔۔۔"

S.M.Stern, Ismaili Propaganda and Fatimid rule in Sind, P.301، *Islamic Culture,* 231949

[10] احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم، ص 481

[11] Hamdani, Abbas,H, The Fatimid-Abbasid conflict in India,185-91,Islamic Culture, Vol Xli, July 1967

[12] John Norman Hollister, The Shia of India, London Luzic and Company limited, 340

[13] البیرونی، ابوریحان، محمد بن احمد، تحقیق الھند، ص88، مجلس دائرۃ المعارف العثمانیۃ حیدر آباد الدکن، الھند، 1958م

[14] Hamdani, Abbas, the Fatimid-Abbasid Conflict in India, 185-91

[15] قاسم، ملا محمد، تاریخ فرشتہ، 1/24، منشی نول کشور بہ طبع، 1864

16 ندوی، سید سلیمان، عرب وہند کے تعلقات، ص199 ، مشعل بکس، عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور، 2004ء

[17] Muhammad Nazim, the Life and Times of Sultan Mahmud of Ghazna, Cambridge University Press,193 , 200

[18] اکبر شاہ نجیب آبادی، آئینہ حقیقت نما، ص1/204، یونائیٹڈ انڈیا پریس، لکھنو، س ن

[19] گردیزی، ابوسعید عبدالحیی، زین الاخبار، ص، 53، کتابخانہ ادب، خیابان شاہ آباد، طہران، ایران، س ن

[20] ابن اثیر، عزالدین، ابوالحسن علی بن ابی الکرم، الکامل فی التاریخ، 7/541، دار صادر، دار بیروت، بیروت، لبنان، 1966ء

[21] گردیزی، زین الاخبار، ص، 55

[22] منہاج سراج، طبقات ناصری، 1/466، طبع ونشر گردید، کوئٹہ، 1949ء

[23] مقدسی، احسن التقاسیم، ص479

[24] ندوی، ابو ظفر، تاریخ سندھ، ص271، مطبع معارف اعظم گڑھ، انڈیا، 1947ء

[25] ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، 7/678

[26] اطہر مبارکپوری، قاضی، ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں، ص101

[27] Hamdani, Abbas, H, the Beginnings of the Ismaili Da’wa in Northern India, 7-8